مروجہ اسلامی بینک اور ڈیجیٹل تصویر کی حرمت اور حضرت شیخ مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا کردار!

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
نگران شعبہ تخصص فقہ اسلامی، واستاذ جامعہ

یہ مضمون ماہ نامہ ''الفاروق'' کی خصوصی اشاعت کے لیے مرسلہ عنوان پر لکھا گیا تھا۔ ادارہ ''الفاروق'' کی اجازت سے ماہ نامہ ''بینات'' میں شامل کیا جارہا ہے، **فجزاھم اللّٰہ خیراً۔** **(راقم الحروف)**

شیخ المشائخ، استاذ الاساتذہ، سرخیلِ علماء حق، پاسبانِ مسلکِ دیوبند، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے فکری وعملی جانشین، حق گوئی وبے باکی کی نادر مثال، عزم واستقلال کے اعلیٰ نشان، حزم واحتیاط کے کوہِ گراں، خودداریت کی پہچان، قوتِ ارادی کی چٹان، علم کے بحرِ مواج، درس کے سیلِ رواں، قافلۂ اہلِ حق کے حدی خواں، وفاق المدارس کے نگہبان، افکارِ سلف کے ترجمان، تمسّک بالدین اور تصلُّب فی الحق کے آسمان، حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً مؤرخہ ۱۷؍ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۵؍جنوری ۲۰۱۷ء کو حیاتِ مستعار کی مقدر ساعتیں پوری فرماکر راہیِ آخرت ہوگئے اور اپنے پیچھے سینکڑوں سنہرے کارنامے اور ہزاروں یادیں چھوڑ گئے، جو تاقیامت آپؒ کا صدقہ جاریہ اور اہلِ حق کے لیے اُسوۂ حسنہ کے طور پر جاری اور زندہ رہیں گی، ان شاء اللہ!۔

بالخصوص آپ کی حیاتِ جاوداں کے آخری چند عشرے ایسے تابناک ہیں کہ اس عرصے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر اور اکابر اپنی آخرت سدھار گئے تھے، مثلاً: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہم اللہ جیسے جبال العلم تھے، ان اکابر کی رحلت کے بعد قافلۂ اہلِ حق' علماء دیوبند کی سرپرستی، رہنمائی اور نگہبانی کی منقسم ذمہ داریاں آپ کی شخصیت میں یکجا ہوچکی تھیں۔ دفاعِ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے جن جن محاذوں پر اکابر اجتماعی یا انفرادی کردار چھوڑ گئے تھے، ان کی ساری ذمہ داریاں حضرت شیخ کے عزم واستقلال کے سپرد ہوگئیں تھیں۔

وفاق المدارس کی نگہبانی ہو یا مدارس کی حریتِ فکر وعمل کی ترجمانی، احقاقِ حق اور ابطالِ

باطل کا فریضہ ہو یا مسلکِ دیوبند کی فکری اِکائیوں کا تحفُّظ وشیرازہ بندی، سلف بیزاری کی روک تھام ہو یا جدیدیت واباحیت کے سامنے بند باندھنے کی حمیت وجرأت، ان سارے میدانوں میں حضرت شیخ نے اکابرعلماء دیوبند کے انفرادی اور اجتماعی کردار کو ایک ’’جماعت‘‘ اور ’’اُمت‘‘ بن کرنبھایا اور الحمدللہ! خوب خوب نبھایا، ایک جماعت نہیں، کئی جماعتوں کے کردار کو اکیلے نبھانے والی اس ہستی کے مختلف گوشہائے زندگی پر مختلف اہلِ علم اور حضرت کے عقیدت کیش اپنے اپنے فرائض سے سبکدوش ہوتے رہیں گے۔ میں اپنی علمی بے بضاعتی اور اظہار مافی الضمیر کے قصور کے پیشگی اعتراف واعتذار کے ساتھ آپ کی زندگی کے ایک گوشے کی ایک جھلک بطورِ نمونہ پیش کرنے کی کوشش کروں گا، یہ وہ گوشہ ہے جہاں اہلِ علم کا علم خاموش تھا، اہلِ قلم کے قلم بھی بے حس وحرکت تھے، دینی حمیت مروت تلے دبی جارہی تھی، علماء دیوبند کی حق گوئی کا تسلسل خطروں سے دوچار تھا، دینی تصلُّب کی شناخت گردآلود ہوتی جارہی تھی، جدیدیت واباحیت‘ دینی لبادہ اوڑھے چارسو پھیلے جارہی تھی، روایت وقدامت کو فرسودگی قرار دیا جارہا تھا اور فکروعمل کی بے راہ روی کو عصری تقاضا کہہ کر رواج دیا جارہا تھا، ایسے ماحول میں اکابرعلماء دیوبند کی اس آخری نشانی نے اہلِ علم کو متوجہ کیا، ان کی سرپرستی فرمائی اور نام نہاد اسلامی بینکوں کے غیرشرعی معاملات اور ڈیجیٹل تصویر کا فقہی حکم واضح کرنے کا حکم دیا اور ان اُمور کے بھیانک نتائج کا جائزہ لینے کے لیے پہلے کراچی پھر ملکی سطح پر اہلِ علم اور اربابِ فتویٰ کی مختلف فقہی مجالس کروائیں اور خود تمام مجالس کی سرپرستی فرمائی۔ میں ان مجلسوں کے حوالے سے حضرت کے کردار کے چند گوشوں سے نقاب کشائی کی کوشش کروں گا۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ روایتی بینکنگ کی اسلام کاری اور جدید ذرائع ابلاغ میں منظر بندی کا عمل اور اس کے فنی طریقے تقریباً نصف صدی سے علمی حلقوں میں زیرِ بحث چلے آرہے ہیں، اس بابت بعض علماء عرب کی تحقیقات وتدقیقات اور ہمارے اکابر کے تأثرات ورجحانات بھی تقریباً محفوظ ومرتب ہیں، اہلِ علم ان سے بخوبی واقف ہیں۔

۱۹۹۰ء تک بینکوں کی اسلام کاری اور جدید آلات کے ذریعہ منظر بندی اور تصویرکشی سے متعلق ہمارے اکابراہلِ علم اور اربابِ فتویٰ کا موقف انتہائی واضح اور دوٹوک رہا ہے کہ شروع سے ۱۹۹۰ء تک بینکوں کی اسلام کاری اور آلات کی تبدیلی کی وجہ سے تصویرکشی کے عمل کے جواز کی جو جو سرگرمیاں سرکاری یا نجی طور پر مروج ومتعارف کرائی گئی ہیں، ان میں فقہی احکام اور شرعی تقاضے مکمل طور پر ملحوظ نہیں رکھے گئے تھے، اس لیے اکابر اہلِ فتویٰ نے ان کوششوں سے کبھی اتفاق نہیں کیا، بلکہ بلاتأمل اپنے احتیاطی ردِعمل سے عوام الناس کو آگاہ فرمادیا تھا، مگر یہی کوشش جب ۱۹۹۰ء کے بعد ملک کے بعض معتبر، متدین اور معروف اہلِ فتویٰ نے نجی طور پر شروع فرمائی اور اس کے لیے مختلف اوقات میں مختلف مجالس

بھی منعقد ہوئیں، یہ ایسے اہلِ علم تھے کہ جن کے فتاویٰ پر عوام وخواص کا اعتماد چلا آ رہا تھا، اس لیے ان اہل علم کی کوششوں اور محنتوں سے متعلق دیگر اہلِ علم اور عوام الناس اعتماد کرتے ہوئے انتظار کرنے لگے کہ شاید کوئی حقیقی تبدیلی رونما ہو اور ہمارے ان اکابر کو اپنے نیک مقاصد میں ایسی کامیابی ملے، جس کا ثمر پوری پاکستانی قوم کو نصیب ہو، اور اہل علم بھی مسلم قوم کے سامنے ایک بڑے فریضہ کی انجام دہی میں سرخرو ہوں۔ اس انتظار انتظار میں رفتہ رفتہ اسلامی بینک کاری اپنی ابتدائی عبوری وضعی حالت میں فروغ پانے لگی اور پھر ۱۱/۹ کے حادثے کے بعد میڈیائی وار کے مقابلے کے لیے اسلامی چینلز کے اجراء کے تقاضے سامنے آنے لگے، پھر اس ضمن میں ڈیجیٹل تصویر کے فنی اور تیکنیکی امور کی وجہ سے اس کا تصویر ہونا اور نہ ہونا زیرِ بحث آ گیا اور اہلِ علم کی دو رائے سامنے لائی گئی۔ ایک رائے ڈیجیٹل تصویر کو تصویر کہنے والوں کی اور دوسری رائے ڈیجیٹل تصویر کو ''تصویر'' کہتے ہوئے تصویر نہ ماننے والے علماء کرام کی تھی۔

اب اہلِ علم جہاں بھی جائیں وہاں یہ سوال ضرور اُٹھتا تھا کہ مروجہ اسلامی بینک اور ڈیجیٹل تصویر کا کیا حکم ہے؟ ہر دار الافتاء میں اس قسم کے سوالات بکثرت آنا شروع ہو گئے تھے۔ عوام بار بار اپنی پریشانیاں لے کر آتے تھے کہ دونوں قسم کے بینک عملاً ایک ہی کام کر رہے ہیں، ان کی کارکردگی میں ''خفیہ شرعی فرق'' ہمیں دکھایا جائے، اس سوال پر ہر دار الافتاء کے اہلِ فتویٰ مستفتی سے زیادہ پریشان ہو جاتے تھے، بعض تو معلومات نہ ہونے کی وجہ سے اور بعض مجوزین حضرات کے احترام واحتشام کی وجہ سے، ان کی رائے کے خلاف رائے دینے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے، اور جب کہ اسلامی بینکوں کی حمایت کرنے میں فقہی اعتبار سے شرح صدر بھی نہیں ہوتا تھا۔ بعض اہلِ فتویٰ ایسے مستفتی کو مجوزین کی طرف محول کر دیتے تھے، مگر ایک کے بعد کئی اور آ جاتے، گومگو کی اس کیفیت سے نکلنے کے لیے کراچی کی سطح پر مجوزین حضرات کے ساتھ ان کے بعض نمائندوں کی وساطت سے غالباً ۲۰۰۷ء کے اواخر میں کچھ مجالس بھی ہوئیں، جنہیں تعارفی مجالس کا عنوان دیا گیا تھا اور اشکالات وجوابات کے ذریعہ کسی نتیجے تک رسائی پھر بھی نہیں ہو سکی تھی۔

ان تعارفی مجالس میں دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے نائب رئیس دار الافتاء حضرت مولانا مفتی محمد عبد المجید دین پوری شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ بنفسِ نفیس شریک ہوئے تھے۔ اسلامی بینک کاری کی اس تعارفی مجلس کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب شہید نور اللہ مرقدہٗ نے مروجہ اسلامی بینک کاری کے فقہی پہلوؤں کا از سرِنو بغور جائزہ لیا اور رفقاء دار الافتاء کے ساتھ مشاورتی سلسلوں کے بعد مروجہ اسلامی بینک کاری کے غیر اسلامی ہونے کا واضح فتویٰ دار الافتاء بنوری ٹاؤن سے بلا تأمل جاری فرمانا شروع کر دیا۔ بنوری ٹاؤن کے حلقوں میں اور مسلک لوگوں میں یہ رائے پہنچنا شروع ہو چکی تھی، مگر اس رائے کے

پرچار کے لیے جوازی فتویٰ جیسا کوئی طریقہ زیرِعمل نہیں آسکا تھا، اس لیے یہ رائے معمولی رفتار سے ہی عام ہورہی تھی۔ یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا، یہاں تک کہ ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۵/ مئی ۲۰۰۸ء کو جامعہ کے ششماہی امتحانات کے دوران حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بلوایا اور مسرت آمیز انداز میں فرمایا کہ: حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا فون آیا تھا، ان کا ارشاد ہے کہ اسلامی بینک کاری اور اسلامی چینل وغیرہ کے حوالے سے مشاورت کرنی ہے، آپ فلاں وقت باب الرحمت مسجد دفترختم نبوت پرانی نمائش کراچی تشریف لے آئیں۔ حضرت مفتی صاحب نے راقم اثیم کو اپنے ساتھ چلنے کے لیے فرمایا، چنانچہ ہم مقررہ وقت پر وہاں پہنچے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہم سے پہلے وہاں تشریف فرما تھے، دیگر مدعو اہل علم بھی تقریباً حضرت کی تشریف آوری کے بعد ہی حاضر ہوتے رہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بالمشافہہ پہلی ملاقات تھی، مگر اس پہلی ملاقات نے عملی زندگی کے کئی اصولوں کا خاموش سبق دے دیا، جن کی تفصیل میں جانے سے شاید میری گزارشات اپنے عنوان سے دور ہوتی چلی جائیں گی، اس لیے اس مجلس کے ایجنڈے سے متعلق حضرت کے ارشاد اپنے ذاکرہ سے صفحۂ قرطاس پر اُتارنے کی کوشش کرتا ہوں۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ: مروجہ اسلامی بینک کاری وغیرہ کے حوالے سے عوام وخواص میں زبردست قسم کی تشویش پائی جارہی ہے۔ ہم اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک جہاں بھی جاتے ہیں، لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ اسلامی بینک کاری کے نام سے جو معاملات چل رہے ہیں، یہ صحیح ہیں یا غلط ہیں؟ عوام وخواص کی تشویش کی بنیادی وجہ سودی اور غیرسودی بینکوں کے معاملات کی یکسانیت ہے۔ دوسری طرف بعض اہلِ علم کا جوازی فتویٰ بھی موجود ہے۔ اس صورت حال میں ہم آپ کی رائے اور تحقیق جاننا چاہتے ہیں، چنانچہ وہاں پر موجود اہلِ علم نے اپنی اپنی آراء کا اظہار فرمایا اور بنیادی تفصیلی گفتگو حضرت مفتی عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی، جن سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ خوب مطمئن اور محظوظ ہوئے، اور ارشاد فرمایا کہ: ہمیں اس سلسلے میں اپنی رائے کا باضابطہ تحریری شکل میں اظہار کردینا چاہیے، تاکہ عوام وخواص میں ہماری خاموشی کی وجہ سے پائی جانے والی تشویش کا ازالہ ہو اور ایک فقہی مسئلہ کی واقعی حقیقت عوام کے سامنے آجائے، اس لیے ہماری مشاورت کا سلسلہ آگے بڑھنا چاہیے اور اس کے لیے اگلا اجلاس ہمارے ہاں جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی میں ہوگا۔ یہ اجلاس قریبی تاریخ اور وقت میں منعقد ہوا، جس میں شہر کے متعدد اہلِ فتویٰ کو مدعو فرمایا گیا تھا، جن میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا زرولی خان صاحب، حضرت مفتی عبدالمجید دین پوری شہیدؒ، حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ، حضرت مولانا منظور احمد مینگل، حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ شیخ، حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب وغیرہ شامل تھے۔ اس اجلاس میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا کہ: گزشتہ مجلس میں ہم نے آپ حضرات کی آراء سنیں اور سب نے اپنی اپنی تحقیقات بیان فرمائی تھیں، میری رائے میں مفتی عبدالمجید صاحبؒ نے بینک کاری کے موضوع پر وقیع گفتگو فرمائی تھی، ان کی فنی مناسبت اور فقہی ممارست کی بنا پر اسلامی بینک کاری کے حوالے سے اجتماعی فتویٰ کا متن تیار کرنے کی بنیادی ذمہ داری اُنہیں سونپی جائے، دیگر اہلِ علم حسبِ موقع معاونت ومشاورت میں شریک رہیں۔ حضرتؒ کے اصرار اور اہلِ مجلس کے اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور متفقہ فتویٰ کی ترتیب حضرت مفتی عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوئی، اس کے بعد ابتدائی خاکہ جب تیار ہوا تو فتویٰ کا انداز اور تحقیق کا اسلوب وغیرہ جانچنے کے لیے حضرت نے ابتدائی دستی مسودے سمیت حاضر ہونے کا حکم فرمایا، جسے لے کر حسبِ ارشاد حاضر ہوئے، حضرتؒ نے مسودے کی خواندگی فرمائی اور ہر اعتبار سے اطمینان کا اظہار فرمایا اور مفوضہ کام جلد از جلد پورا کرنے کے لیے تاکید فرمائی۔ مسودے کی ترتیب کے دوران حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مستقل رابطے میں رہے اور بدستور سرپرستی فرماتے رہے اور ساری کارگزاری سے آگاہی حاصل فرماتے رہے۔ حضرتؒ کی بدستور سرپرستی، دلچسپی اور توجہ وتصرف ہی کا نتیجہ تھا کہ یہ مسودہ چند ماہ کے اندر اندر سینکڑوں صفحات میں تیار ہوکر اہلِ علم کی تصحیح وتصویب کے لیے تیار ہوگیا، جس پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقیع تأثرات بھی رقم فرمائے، جس میں سے درج بالا مضمون حضرت کے الفاظ میں ملاحظہ فرماتے جائیں:

''اسلامی بینک کاری کے حوالے سے پاکستان اور باہر دوسرے ممالک میں تشویش تھی۔ علماء، اصحابِ فتویٰ، تجارت پیشہ حضرات اور عوام سب ہی ہم سے پوچھتے تھے کہ یہ کیسی اسلامی بینک کاری ہے؟ ہمیں تو سودی کاروبار کرنے والی بینکوں میں اور مروجہ اسلامی بینکوں میں کوئی فرق نظر نہیں آیا؟ ادھر ہمارے ملک کے مختلف دارالافتاء بھی باوجود یہ کہ اس اسلامی بینک کاری کے خلافِ شرع ہونے کا فتویٰ اپنی اپنی جگہ دے رہے تھے، لیکن اجتماعی فتویٰ نہ ہونے کی وجہ سے تشویش موجود تھی، احقر نے علامہ بنوری ٹاؤن کے اصحابِ فتویٰ، جامعہ فاروقیہ کراچی کے مفتیوں، جناب مولانا مفتی حبیب اللہ شیخ، مولانا مفتی احمد ممتاز جامعہ خلفاء راشدین کے مفتی (خلیفہ مجاز حضرت مولانا حکیم محمد اختر مدظلہٗ) سے درخواست کی کہ وہ اس مسئلے کی تحقیق کریں۔

چنانچہ ان تمام اصحابِ فتویٰ کی مشاورت کا اہتمام کیا گیا اور اس سلسلے میں ان حضرات کی مختلف مجلسیں بھی ہوئیں۔ ان حضرات نے اپنا اپنا موقف اپنے دلائل، مشاہدات اور معلومات کی روشنی میں پیش کیا اور حسبِ ضرورت بعض ماہرینِ معاشیات سے مجلس ومشاورت کا سلسلہ بھی قائم رہا۔ اس مشاورتی سلسلے میں یہ بات بھی بطور خاص محسوس کی گئی کہ مروجہ اسلامی بینک کاری کے خلافِ شروع ہونے کا موقف اگرچہ ملک کے جمہور

اہلِ فتویٰ کا ہے، مگر اس میں انفرادی فتووں اور تحریروں کے بجائے جامع اور مفصل تحریر بھی سامنے آنا ضروری ہے، چنانچہ یہ ذمہ داری حسبِ مشورہ حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری صاحب کی نگرانی میں ان کے رفقاء کو سونپی گئی۔ ماشاء اللہ! ان حضرات نے خوب محنت سے یہ تحریر مرتب کی، جس پر احقر حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری اور ان کے رفقاء ومعاونین کا بالخصوص اور دوسرے اصحابِ فتویٰ کا بالعموم مشکور ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو حسنِ قبول عطا فرمائے اور ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور دوامِ عافیت اور تمامِ عافیت کا ذریعہ بنائے، آمین ثم آمین۔''

(مروجہ اسلامی بینک کاری، تجزیاتی مطالعہ، ص:۱۸-۱۹، ط: مکتبہ بینات جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی)

جب مسودہ تیار ہوگیا تو اب اس کے لیے ملکی سطح پر اہلِ علم اور اربابِ فتویٰ کا مجوزہ اجتماع منعقد کرانا تھا، اس کے لیے مشاورتی اجلاس ہوا، جو ایک بار پھر دفتر ختم نبوت پرانی نمائش چورنگی میں منعقد ہوا، جس میں مذکورہ بالا علماء کرام مدعو تھے۔ اس اجلاس میں متفقہ فتویٰ کے اظہار واعلان کے لیے اجتماع کا انعقاد اور اس کا لائحہ عمل ہی بنیادی ایجنڈا تھا، مگر ہماری طرف سے یہاں ایک یہ نکتہ اُٹھایا گیا کہ بلاشبہ ہمارے پیشِ نظر محض اپنی رائے کا اظہار ہے، اس میں کسی کا مقابلہ یا معارضہ ہرگز نہیں ہے، اس پر ہمیں کسی سند کی ضرورت بھی نہیں، مگر ہماری رائے یہ ہے کہ ہم اپنی اس فقہی رائے کے اظہار سے قبل مجوزین حضرات سے ایک مجلس کرلیں اور اُنہیں باور کرادیں کہ ہم مروجہ اسلامی بینک کاری کے حوالے سے اپنی فقہی رائے کا اظہار کرنے جارہے ہیں، اس حوالے سے آپ حضرات کی رائے چونکہ پہلے سے مشہور ہوچکی ہے، آپ حضرات یا کوئی اور ہمارے اس فقہی اظہار کو معارضہ ومجادلہ نہ سمجھے، ہماری طرف سے یہ اصرار کیا گیا کہ بہرحال ہمیں یہ باور کرانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مجوزین حضرات بھی ہمارے اپنے ہی لوگ ہیں اور قابلِ احترام ہیں، وہ ہمارے فقہی اختلاف کو اپنی بے احترامی پر محمول نہ فرمائیں۔ ہماری یہ رائے ہمارے شرکاء مجلس نے جتنے غور سے سماعت فرمائی تھی' اس سے زیادہ سختی کے ساتھ رَد بھی فرمادی گئی اور سب حضرات نے یہی فرمایا کہ: جب وہ حضرات جواز کا فتویٰ جاری فرمارہے تھے، اس وقت انہوں نے کسی سے مشاورت کی زحمت نہیں فرمائی، انہوں نے اپنی رائے کے اظہار میں کسی کی اطلاع ومشاورت کو ضروری نہیں سمجھا تو ہمیں اس غیرضروری التزام کی کیا ضرورت ہے؟ ہر دارالافتاء ان کی طرح اپنی رائے کے اظہار میں آزاد ہے، مجوزین سے مشاورت واطلاع کی کوئی ضرورت اخلاقاً اور اصولاً نہیں ہے۔

حضرتؒ نے بھی شرکاء مجلس کی اس رائے سے اتفاق فرمایا اور اپنے بزرگانہ مقام پر جاکر یہاں تک فرمایا کہ: بھئی! (حضرت کے بیان کو اپنی تعبیر کے ساتھ عرض کررہا ہوں، اگرچہ حضرت کے

الفاظ مجھے اچھی طرح یاد ہیں، وہ کلمات نقل کرنا میرے لیے شاید مناسب نہ ہوں، ان کے ارشاد کا مفہوم یہ تھا) ان لوگوں کے ساتھ مجلس اور مشاورت کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اُلٹا نقصان ہوگا، اس لیے ان کو اپنے ارادے سے آگاہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، مگر ہم نے مکرر اصرار کے بعد اس ارادہ کی تکمیل کے لیے حضرتؒ اور شرکاءِ مجلس کو آمادہ کرلیا اور حضرتؒ بھی اپنی عادتِ حسنہ کے تحت اجتماعی رائے کے موافق ہوگئے اور مزید کرم نوازی فرمائی کہ اچھا پھر مجوزین حضرات کے بڑوں سے میرا تعلق اور رابطہ زیادہ ہے، پھر ان سے ملاقات کا وقت، تاریخ اور آپ حضرات کو اطلاع دینے کی خدمت میں اپنے ذمہ لے لیتا ہوں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اگلے دن حضرت کا فون آیا کہ میری دارالعلوم والے حضرات سے بات ہوچکی ہے، میں نے ان حضرات کے سامنے اپنا ارادۂ ملاقات رکھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت! (مولانا سلیم اللہ خان صاحب) آپ تشریف نہ لائیں، ہم آپ کے پاس حاضر ہوجاتے ہیں، اس لیے مجوزین حضرات کے بڑوں کے ساتھ مجوزہ ملاقات اب دارالعلوم کی بجائے ہمارے ہاں جامعہ فاروقیہ میں ہوگی، آپ حضرات فلاں دن عصر کی نماز ہمارے ہاں پڑھ لیں، اور عصر کے بعد مجوزہ مجلس ہوگی، لیکن جس دن ملاقات ہونی تھی' اسی دن صبح حضرتؒ کا فون آیا کہ آپ حضرات عصر سے ذرا پہلے آجائیں، کچھ مشاورت بھی کرنی ہے، حسبِ ارشاد جب قبل از عصر حاضر ہوئے تو حضرت مولانا زرولی خان صاحب، حضرت مفتی احمد ممتاز صاحب، حضرت مفتی حبیب اللہ شیخ صاحب اور جامعہ فاروقیہ کے کچھ حضرات بھی تشریف فرما تھے۔ حضرتؒ نے شرکاءِ مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: آپ حضرات کو قدرے پہلے زحمت اس لیے دی ہے کہ آج عصر کے بعد مجھے ملتان جانے کے لیے ائیر پورٹ جانا ہے اور مجھے اس کی یاددہانی آج ہی کرائی گئی ہے، جبکہ میرے ذہن میں روانگی کا وقت آئندہ کل تھا، اس لیے میں نے مجوزہ مجلس کو مختصر وقت میں نمٹانے کے لیے یہ تدبیر سوچی ہے کہ ہم اپنا مدعا تحریری شکل میں مختصراً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں پیش کردیں، اس کے بعد میں اجازت لے لوں گا اور آپ حضرات چائے وغیرہ نوش فرما کر تشریف لے جائیں گے، اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمودہ ایک ڈیڑھ ورقی تحریر نکالی اور پڑھنا چاہا ہی تھا کہ اپنی دلکش مسکراہٹ سے محظوظ فرماتے ہوئے گویا ہوئے کہ اس تحریر کا طرزِ تخاطب شاید آپ حضرات کو عجیب لگے، مگر بات یہ ہے کہ دارالعلوم والے حضرات سے میری پرانی بے تکلفی ہے، ان حضرات کا بچپن سے ہمارے گھروں میں آنا جانا رہا ہے، اس لیے میری اس گفتگو اور اس کے انداز کو عجیب محسوس فرمانے کی بجائے اسی پرانی بے تکلفی پر محمول فرمائیں، یہ میرا اور ان کا معاملہ ہے۔ اس کے بعد حضرت نے وہ تحریر سامعین کو سنائی، اس کے بعد نمازِ عصر ادا کی اور حسبِ مشورہ حضرتؒ کے ہمراہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زیدمجدہم کے

ساتھ (۱۲/ ۶/ ۱۴۲۹ھ کو بعد نمازِ عصر) مجوزہ اطلاعی مجلس منعقد ہوئی، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمانی زید مجدہم کو اپنے اتفاقی روانگی کا پروگرام بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ہم جس مقصد کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہ رہے تھے‘ اس کا مدعا فقط اپنے (اوپر بیان کردہ) ارادے کی اطلاع تھی، اس اطلاع کے لیے میں نے یہ تحریر تیار کی ہے، جو آپ کی خدمت میں سنا کر اجازت چاہوں گا، اس کے بعد حضرت نے مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر سنائی:

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، وبعد

احقر کو علم وفضل کے اعتبار سے جناب سے کوئی نسبت نہیں بلکہ علم وفضل ہی نہیں تو نسبت کیا ہوگی۔ البتہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان نصیب کیا ہے، دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہ زندگی ایمان والی زندگی اور کلمہ والی موت پر ختم فرمائیں۔ آمین

(۱) اسلامی بینکاری کے جواز سے تشویش واضطراب عام ہے۔ علماء، عوام، بینکنگ سے متعلق افراد، تاجر وغیرہ سب موجودہ اسلامی بینکاری کو اسلامی تعلیمات کے خلاف سمجھتے ہیں۔

(۲) جتنے معتبر معروف دار الافتاء ہیں سب میں اس مسئلے کے استفتاء آتے ہیں اور جواز وعدم جواز کے متعلق سوالات کئے جاتے ہیں۔

(۳) پاکستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی یہ اضطراب موجود ہے وہ بھی اس کا اظہار کرتے ہیں۔

(۴) اس صورتِ حال سے دوسروں کی نسبت جناب کو زیادہ سابقہ رہتا ہوگا چونکہ آپ ہی پاکستان میں اس کے موجد ہیں۔

(۵) علم وفضل کے اعتبار سے آپ کا جو مقام ہے وہ محتاجِ بیان نہیں لیکن عصمت حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے دوسرا کوئی معصوم نہیں، اس کا امکان بہر حال موجود ہے کہ اسلامی بینکاری کا نظام جاری کرنے میں آپ سے غلطی ہوئی ہے (۱)(۲)(۳) اس غلطی کے ارتکاب کے لیے واضح دلیل ہیں۔ اضطراب غلطی پر بھی ہوتا ہے اور وہ بھی ایسا اضطراب جس نے تمام طبقات کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ صحیح بات پر ایسا اضطراب ہوتا نہیں اور اگر کوئی معاند معترض ہوتا ہے تو اس کی وجہ عناد ہوتی ہے۔

جبکہ موجودہ صورت میں امت کے تمام طبقات اس اسلامی بینکاری پر تشویش واضطراب میں مبتلا ہیں یہاں عناد کا سرے سے کوئی احتمال موجود نہیں ہے ان کا اضطراب اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی پر مبنی ہے۔

(۶) ربا کا معاملہ انتہائی نازک اور سنگین معاملہ ہے اس مسئلے کی وعیدوں سے آپ ہرگز بے خبر نہیں ہیں اس لیے احتیاط لازم اور واجب ہے۔

(۷) ربا میں تو شبہۃ الربا بھی حرام ہے اگر حقیقت ربا کو قبول نہیں کیا جاتا (۲)
تو شبہۃ الربا سے تو انکار ممکن نہیں۔

(۸) ارباب فتویٰ کے بیانات اور دیگر طبقات جو بینکنگ کے امور سے باخبر ہیں
ان کے بیانات مسلسل اخبارات اور رسائل میں چھپتے رہتے ہیں اور اسلامی بینکاری کو
اسلام کے خلاف قرار دیتے ہیں اب دن بھی شائع ہوتے رہتے ہیں یقیناً یہ تمام بیانات
آپ حضرات کے علم میں آتے ہونگے۔ ضروری تھا کہ آپ ان حضرات کو مطمئن کرتے
اور ان کی طرح اپنے جوابات شائع کرتے اور نہیں تو ارباب فتویٰ جو آپ ہی
کے حلقے کے حضرات ہیں ان سے رابطہ کرکے ان کی تسلی کا اہتمام کیا جاتا جو نہیں کیا گیا
اگر کسی کو کوئی مشکلات درپیش ہوں تو اس کے نتیجے میں اختلاف ختم نہیں [illegible] اعتراضات
بدستور موجود ہیں اور تشویش و اضطراب برقرار ہے۔

(۹) یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ بینک کے رکن کے حوالے سے آپ اپنے آپ کو اعلم الناس
سمجھتے ہیں اور دوسروں کی معلومات کو ناقص فرماتے ہیں مجھے تو آپ کی طرف اس قول کی نسبت
درست معلوم نہیں ہوتی اگر آپ کا یہ دعویٰ نہیں ہو تو پھر وہی سوال ہے کہ آپ نے
اشکال کرنے والوں کو مطمئن کیوں نہیں کیا تاکہ اضطراب ختم ہوتا اور اگر آپ واقعی اپنے
کو اعلم اور دوسروں کو ناقص العلم سمجھتے ہیں تو ظاہر ہے آپ نے منصب میاں مٹھو بنے
والی بات ہوگی۔

(۱۰) سورۃ جاثیہ میں ہے افرأیت من اتخذ الٰهه هواه واضله الله على
علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله
افلا تذكرون۔

(۱۱) ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس اضطراب و تشویش کو دور کرنے کے لئے علماء اور ارباب فتویٰ
سے دوبارہ مشاورت کے بعد ایک فتویٰ اسلامی بینکاری کے عدم جواز
کا مرتب کیا جائے اور اس کو پورے ملک میں تشہیر کا اہتمام کیا جائے۔
ہم ہرگز تصادم کے خواہاں نہیں ہیں ہم تو دل و جان سے آپ کے خیر خواہ ہیں اور آپ کا
احترام کرتے ہیں۔
لیکن امت کو ربا کی لعنت سے بچانے کے لئے اپنا شرعی فرض ادا کرنا چاہتے

ہیں۔ ہمیں اس میں ذرا بھی تردد نہیں کہ ... اس فرض کی ذمہ داری
ہم پر علی الدوام عائد رہتی ہے۔ اور اسی لئے جو کوتاہی ہم سے ہوئی اس کا اعتراف کرتے ہیں اور ...
ہم سب کے لئے بھی دنیا و آخرت کی فلاح کا واضح راستہ ہے کہ ہمارے سب ...
فرمائیں اور منتظمین اور منتظمین کے ... مشورہ دینے والوں سے اپنے
کو بچائیں۔ رشید خان

ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع

مسلم
۱۲ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ / ۱۷ جون ۲۰۰۸ء

مسعود شہید

تحریر سنانے کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: آپ اس تحریر پر اپنے ہاں جاکر غور فرمالیجیے گا۔ حضرت شیخ نے اپنی روانگی کی اچانک تبدیلی کی اطلاع کا عذر دہراتے ہوئے شرکاء مجلس سے اجازت لی اور اُٹھنے لگے تو حضرت عثمانی زید مجدہم نے فرمایا کہ: حضرت! میں کچھ عرض کروں؟ تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: یہ مجلس بحث ومباحثہ کی تو ہے نہیں، ہمارا مدعا صرف اتنا تھا جو آپ کے سامنے رکھا گیا ہے۔ اس پر آپ اپنے ہاں جاکر غور فرمالیجیے گا۔ اگر پھر بھی کوئی بات کرنی ہو تو یہ حضرات (شرکاء مجلس) بیٹھے ہوئے ہیں، آپ لوگ آپس میں بات چیت بھی کرلیں اور چائے وغیرہ بھی نوش فرمائیں، چنانچہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور حضرت عثمانی زید مجدہم نے جو کچھ اس موقع پر ارشاد فرمانا تھا وہ شرکاء مجلس کے سامنے پیش فرمایا اور میری یادداشت کے مطابق ان کے ارشاد کا حاصل یہ تھا کہ ''ربا کو جب اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے تو سود سے بچنا اور متبادل کو اختیار کرنا ہماری ذمہ داری ہے، سود کی حرمت کی طرح اس کا متبادل بھی ممکن ہے، ورنہ ''تکلیف مالا یطاق'' لازم آئے گی، ہم اسی متبادل کی کوشش کررہے ہیں، نیز اس تحریر کا ظاہری تأثر یہ ہے کہ موجودہ اسلامی بینکوں کا موجد اور بانی میں ہوں، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اس موضوع پر مجلسِ تحقیقِ مسائلِ حاضرہ نے کام شروع کیا تھا، جس میں حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری، حضرت مفتی رشید احمد اور حضرت مفتی ولی حسن صاحب رحمہم اللہ جیسے اکابر شامل تھے، ہم نے ان بزرگوں کی فکر وعمل کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے۔'' الغرض اس مجلس میں حضرت عثمانی زید مجدہم کی پوری بات سنی گئی تھی اور وہ اپنا مدعا بیان فرماگئے تھے، البتہ شرکاء مجلس کی طرف سے ان کی تقریر پر کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں فرمایا گیا تھا، جس کی بنیادی وجہ وہی ہے کہ یہ مباحثہ کی نہیں، بلکہ جذبۂ خیر سگالی اور اظہارِ اپنائیت کے تحت اپنے اس فتویٰ کے اعلان کی اطلاع کے لیے زحمت دی گئی تھی، جس کا اظہار اگلے کچھ عرصے میں کرنا تھا۔

یہاں بعض غیرمحتاط کرم فرماؤں نے شعوری یا لاشعوری طور پر اس مجلس کی حکایت اس انداز

سے فرمائی کہ گویا یہ مجلس جذبۂ خیر سگالی اور اظہارِ اپنائیت کی بجائے خدانخواستہ حضرت عثمانی زید مجدہم کی توہین وتنقیص کے لیے منعقد کی گئی تھی اور اس ''خبرِ بد'' کو آناً فاناً دور دور تک پھیلا دیا گیا تھا، ان مخلصین نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اگر واقعۃً یہ گستاخی ہے اور ایسا ہوا ہے تو پھر یہ گستاخی چند لوگوں کے سامنے ہوئی تھی، اسے ہر خاص وعام مجلس تک پہنچانا ادب واحترام کے کونسے تقاضے پورا کرنے کے لیے ناگزیر تھا اور یہ عقیدت کی کون سی قسم تھی؟ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کو گالی پڑے اور کوئی گالی پڑنے والے کی ہمدردی میں اس گالی کا پرچار کرنے لگ جائے۔ بہرحال یہ سب کچھ بہت ہی نامناسب عمل تھا، ہمارے خیال میں تو یہ عقیدت وہمدردی کے نام پر گستاخی کا ارتکاب بنتا ہے۔

خیر!...... یہ خبر جب عام ہوگئی تو اگلے ایک دو روز میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے واپس تشریف لائے تو اُنہیں مذکورہ مجلس کی روئیداد کو اُلٹ پھیر کے ساتھ پھیلانے کا علم ہو چکا تھا اور حضرت عثمانی زید مجدہم کی طرف سے ایک ''پرشکوہ'' خط بھی موصول ہو چکا تھا، چنانچہ انہوں نے مجلس کے ایجنڈے جیسے نیک جذبات کے ساتھ اظہارِ اپنائیت اور حضرت عثمانی زید مجدہم اور ان کے رفقاء کی دلجوئی کے لیے دارالعلوم جانے کا فیصلہ فرمایا اور دارالعلوم تشریف لے گئے۔ دارالعلوم جانے کا کیا مقصد تھا اور وہاں ان اکابر کے ساتھ کیا باتیں ہوئیں، یہاں ایک بار پھر ''نارسا راوی'' نے ''رنگ میں بھنگ ڈالنے'' کی کوشش کی۔

میری معلومات کے مطابق یہاں ''راوی'' یا کسی ''حاشیہ بردار'' نے دو بے احتیاطیاں کیں، جس کی وجہ سے بزرگوں کی یہ محبت بھری محفل' خیر سگالی کی ملاقات، اپنائیت کے اظہار کی مجلس، اسی طرح کے بدمزہ نتائج کا باعث ثابت ہوئی، جس طرح مؤرخہ ۱۲/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۷/ جون ۲۰۰۵ء کو جامعہ فاروقیہ میں منعقد ہونے والی نیک ملاقات کو بدی بنایا اور بتایا گیا تھا۔ ''راوی'' نے ایک بے احتیاطی یہ فرمائی کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم کے اکابر کی طرف سے جب اسٹیٹ بینک اور اسلامی بینکوں کے باہمی انتظامی واختیاراتی تعلق کی بابت بریفنگ دی گئی تو حضرت اس بات پر متعجب ہوئے کہ واقعۃً اسٹیٹ بینک نے اسلامی بینکوں کے لیے عام بینکوں سے جداگانہ ایسے قوانین بنا رکھے ہیں جن کی رو سے نہ صرف یہ کہ اسلامی بینک' اسٹیٹ بینک کے سودی احکامات کی تعمیل سے مستثنیٰ ہیں، بلکہ اسلامی بینکوں کو سودی معاملات کی بجائے آزادانہ تجارت کے ذریعہ نفع اندوزی کی اجازت بھی دے رکھی ہے۔

اس بات پر میں زیادہ جزم کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا، اس لیے کہ یہ بات ہم تک غیر مصدقہ اور غیر مطبوعہ تحریر کے ذریعہ پہنچی تھی جو کسی بزرگ نے دورانِ درس طلبہ کے استفسار کے جواب میں فرمائی تھی، وہ ادارے کے ترجمان رسالے میں طباعت کے لیے جاتے جاتے رُک گئی تھی۔ لیکن اتنی بات کہنے میں حرج شاید نہ ہو کہ اگر یہ بات بجا ہو تو اس بات کا وزن مسلم ہے اور اس پر حضرت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا تعجب بھی بجا کہلاسکتا ہے، کیونکہ حضرتؒ کے زیرسرپرستی تیار ہونے والے متفقہ فتویٰ میں مروجہ اسلامی بینکوں کے غیراسلامی ہونے کی بنیادی وجوہ میں سے ایک وجہ اس بات کی حقیقت کے ساتھ ختم ہوجاتی ہے، کیونکہ متفقہ فتویٰ میں یہ کہا گیا تھا کہ کسی ملک میں کوئی بھی بینک' اسٹیٹ بینک کے وضعی قوانین کے التزام کے واضح اقرار کے بغیر قائم نہیں ہوسکتا اور اسٹیٹ بینک کے قوانین میں بینک ایک دوسرے کو یا اسٹیٹ بینک کو نفع بخش پروگرام کے تحت لین دین کے پابند ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اسٹیٹ بینک کے منافع بخش پروگراموں میں شرکت یا اس قانون کے تحت دیگر کنونشنل (روایتی) بینکوں کے ساتھ لین دین کے معاملات کو سود سے پاک قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس حوالے سے یہ بدیہی امر بھی ملحوظ رکھنے کا بتایا گیا تھا کہ اسٹیٹ بینک جیسے کل کی اصلاح کے بغیر اس کے ذیلی ادارے اور جزو کی اصلاح کا دعویٰ صحت کے معیارات کو نہیں پہنچ سکتا۔

بایں وجہ مروجہ اسلامی بینکوں کے لیے اسٹیٹ بینک کے جداگانہ استثنائی قوانین کی موجودگی پر اگر حضرت شیخ کی طرح کسی اور بزرگ اور طالب علم کو بھی تعجب ہو تو اس پر تعجب نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اسٹیٹ بینک اور اسلامی بینکوں کے مابین انتظامات و اختیارات کی پالیسی کے بارے میں اکابر کی مجلس میں وہی بات ہوئی ہو، جس کو ہم نے اپنے تئیں واضح تعبیر کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے، تو پھر اس پالیسی کی حقیقت کو اتنا واضح ہونا چاہیے تھا جتنا خود بینکوں کا اپنا وجود ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس دوٹوک پالیسی کا اظہار و بیان مجوزین حضرات کی طرف سے کسی مستند ذریعہ سے سامنے نہیں آسکا، بلکہ اس حقیقت تک رسائی کی ہر طالب علمانہ جستجو ہر در سے خالی ہاتھ لوٹتی رہی۔

قصہ یہ ہوا کہ اس پالیسی کی زبانی گردش اور اس پر مستزاد ہمارے بعض اکابر کا یہ ''گلہ'' کہ عدم جواز کا فتویٰ دینے والے حضرات کو اسلامی بینکوں سے معلومات کی فراہمی کی شکایت پر ہم سے رجوع کرلینا چاہیے تھا، ہم صرف ایک فون کال کے فاصلے پر تھے، اپنے ان گلہ منداکابر کے اس گِلے کو گلے سے لگاتے ہوئے شرفِ ملاقات کا بہانہ بناکر مانعین میں سے حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہم اپنے چند رفقاء کے ہمراہ دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے، وہاں آمد ورفت کی تفصیلات تو وہ خود یا ان کے کوئی شریکِ سعادت ہی بتاسکتے ہیں، مجھے اس ملاقات کی برکات وثمرات میں سے جو حصہ ملا' میں اس کی طرف آتا ہوں۔ مذکورہ ملاقات کی برکت سے حضرت مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہم کو ''میزان بینک'' کے ہیڈ آفس میں چند ذمہ داروں سے ملاقات کا شرف حاصل ہونے کی ترتیب بن گئی۔ حضرت مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہم نے اس منافع بخش ملاقات میں ہمیں بھی شریک فرمایا اور دارالافتاء سے مولانا مفتی شعیب عالم صاحب مدظلہٗ اور راقم اثیم کا شریکِ ملاقات ہونا طے پایا۔ یہ ملاقات میل جول، تعارف وانس کے لیے بہت اچھی ثابت ہوئی، اس ملاقات کے میزبانوں میں

''منصوری'' صاحب اور ایک ہماری جامعہ کے فاضل مولانا بلال قاضی صاحب سلمہٗ کی ملنساری کے لیے بطور خاص ممنون رہے، مگر افسوس! کہ اس ملاقات کے مزعومہ ''نفع'' سے ہم محروم ہی رہے۔

اس ملاقات کا بنیادی مقصد صرف اتنا تھا کہ مروجہ اسلامی بینکوں کے لیے اسٹیٹ بینک نے جو جداگانہ قوانین بنائے ہیں، جن کی رو سے اسلامی بینک کسی بھی بینک یا ادارے کے ساتھ ہر قسم کے سودی لین دین سے مستثنیٰ رہیں گے اور یہ کہ اسلامی بینکوں کو سودی معاملات کے ذریعہ نفع اندوزی کی بجائے اسلامی تجارت کے ذریعہ نفع اندوزی کی اجازت دی گئی ہے۔ اس مقصد کو پانے کے لیے کئی گھنٹوں پر مشتمل بات چیت ہوتی رہی اور وہ حضرات مطلوبہ دستاویزات دینے کے لیے کئی شرائط بار بار دہراتے رہے، جن میں ایک ارشاد یہ تھا کہ:

> ''یہ دستاویزات یہیں پر دیکھی جاسکتی ہیں، باہر نہیں لے جاسکتے۔ اگر باہر لے جانے کی صورت بن پڑے تو پھر ان دستاویزات کے مندرجات کا حوالہ نہیں دے سکتے۔ اگر حوالہ دینا چاہیں تو اس سے قبل ہم سے مشاورت اور مذاکرہ کرلیا جائے۔''

ظاہر ہے کہ اس طرح کی شرائط سے ہماری امید افزا ملاقات کو مایوسی کا شکار ہی ہونا تھا، ملاقات کا دلچسپ آغاز بے رغبتی پر ختم ہونے جارہا تھا، تو لے دے کر بے رغبتی کے ساتھ ایک فارم نکال کر مطالعہ کے لیے ہمیں دے دیا گیا اور ہم نے مذکورہ شرائط کا پاس رکھتے ہوئے وہ لے لیا، جس کے مندرجات میں ہماری جستجو کا کوئی واضح جواب تو نہیں تھا، البتہ اس میں کچھ ''نفع'' کی باتیں بہرحال موجود تھیں، جن کا حاصل یہ تھا: اسٹیٹ بینک کی ریکوائرمنٹ ہے کہ ہر اسلامی بینک کا ایک شریعہ ایڈوائزر ہو اور اس ایڈوائزر کی ''کوالیفکیشن'' یہ ہوگی کہ اس کے عالمیہ نمبرات اتنے ہوں اور تخصص فی الافتاء کیا اور ''معتمد'' ادارے کی سفارش و اعتماد کا حامل ہو۔

اس صورت حال کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو اسلامی بینکوں کے لیے اسٹیٹ بینک کی جس پالیسی پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے استفہام تعجبی کو اسلامی بینکوں کی خرابی کے خاتمے کا ''اقرار'' قرار دیا گیا تھا، وہ حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ اس کی ذمہ داری کسی ''مروی عنہ بزرگ'' کی بجائے اس ''غیر محتاط راوی'' پر عائد ہوتی ہے، جس نے یہ ''بے پَر'' کی اُڑائی تھی۔

ہمارا یہ سوال اب بھی باقی ہے۔ جو صاحبِ علم اور ماہرِ بینک کاری ہم پر کرم نوازی فرمائے، ہم اس کے ممنون ہوں گے۔ ہمارے علم کے مطابق تاحال اسٹیٹ بینک نے ایسی کوئی اسٹیٹ منٹ نہیں دی، بلکہ اس کے برعکس حال ہی میں بعض ذرائع ابلاغ کے مطابق اسٹیٹ بینک نے اپنے ایک سرکولر (۲ رنومبر ۲۰۱۷ء کے سرکلر آئی. بی. ڈی. ایس. ڈی (۱۵) ۲۳-۲۵۷) کے ذریعہ اسلامی بینکوں کو پابند بنایا ہے کہ وہ سودی بینکوں کو چھ سو ارب روپے سود پر دیں، جسے غیر حقیقی/ مصنوعی کاروبار کے ذریعہ سود مند بنایا

جائے۔ نیز ''تورق'' بھی تین ماہ تک کرلیا جائے جو کاروبار کی مصنوعی کارروائی ہونے کی وجہ سے ایسا حرام ہے کہ جسے فقہ اکیڈمی جدہ نے بھی حرام قرار دیا ہے۔

ان احوال کے تناظر میں اسلامی بینکوں کا اسٹیٹ بینک کی سودی پالیسیوں سے آزاد اور مستثنیٰ ہونے کا دعویٰ محض ''خوش فہمی''، ''خود فریبی'' یا ''دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے'' کے مترادف ہے، پھر بھی اگر کوئی صاحبِ بصیرت مذکورہ استثناء کا ثبوت رکھتا ہو تو وہ ہماری لاعلمی کے ازالے میں ضرور مددگار رہنے۔

جامعہ دارالعلوم کراچی میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وہاں کے اکابر کے ساتھ ملاقات کے حوالے سے ''نارسا راوی'' نے دوسری بے احتیاطی کرکے اپنائیت کے ماحول کو آلودہ کرنے کی جو غلطی فرمائی' وہ یہ تھی کہ مذکورہ ملاقات کو دلجوئی، ہمدردی اور آپس کے ادب واحترام کی بہترین شکل قرار دینے کی بجائے یہ تأثر عام کیا گیا کہ جامعہ فاروقیہ میں منعقد ہونے والی اطلاعی مجلس میں خدانخواستہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کی جو گستاخی ہوگئی تھی، اس پر حضرت شیخ معذرت ومعافی مانگنے آئے تھے، اس تأثر کو اُبھارنے میں کسی بزرگ کی اچھائی، برائی یا ہمدردی سے زیادہ یہ سوچ کارفرما معلوم ہوتی ہے کہ جامعہ فاروقیہ میں جس اقدام سے آگاہی کے لیے خیرسگالی کی اطلاعی مجلس منعقد کی گئی ہے' وہ غلط تھی اور اس مجلس کے اگلے عزائم غلط تھے، اس مجلس کے اگلے عزائم کا وزن ہلکا کرنے کے لیے بزرگوں کو مدِمقابل کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی، حالانکہ آنے والے فتوی کو قبول یا رد کرنا بینکوں سے وابستہ افراد کا آزادانہ حق تھا اور ہے، وہ حق تو ان سے کسی نے نہیں چھینا تھا اور اس حق کے اظہار کا ابھی تک موقع بھی نہیں آیا تھا، اس سے قبل اس طرح کی مہم چلانا اور اس کو بھی ایک دوسرے بزرگ کی عزت بے عزتی کے عنوان سے یہ انتہائی سنگین غلطی تھی، جس کے غلط کار کو اس وقت سے تاحال شاید اس کا احساس نہ ہو، مگر اس کا شدید احساس ہم نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی اس وقت سنا' جب اس ملاقات کے چند دنوں بعد حضرتؒ کے ہاں جانا ہوا تو حضرتؒ نے اس نامناسب روایت وحکایت پر شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمانے لگے کہ: اس دن کی ملاقات میں میرے سفرِ ملتان کی وجہ سے جلدی کو حضرت مولانا محمد تقی عثمانی نے شاید محسوس بھی فرمایا تھا' جس کا بذریعہ خط مجھے علم ہوا، جس کا مجھے بھی شدید قلق ہوا کہ ہم نے نیک جذبے کے تحت ملاقات طے کی کہ ہمارا فتوی کا اختلاف کہیں ہمارے درمیان غلط فہمیوں کا باعث نہ بنے اور ہمارا عزت واحترام کا تعلق متأثر نہ ہو، مگر یہاں ہمارے بے تکلفانہ رویے سے اگر انہیں رنج ہوا ہے تو ہم اس پر بھی ان کی دلجوئی کرلیں، ہم اس لیے دارالعلوم چلے گئے تھے۔ لیکن اب صورت حال ایسی بنادی گئی ہے کہ میرے وہاں جانے

کو بعض لوگوں نے یہ عنوان دیا کہ ’’سلیم اللہ‘‘ مولانا تقی عثمانی وغیرہ سے معافی مانگنے آیا تھا۔ بھئی! معافی تو زیادتی یا غلطی کی ہوتی ہے، غلط فہمی کا ازالہ ہوتا ہے، ہم نے بینکوں کے خلاف فتویٰ دے کر پھر از راہِ ہمدردی و خیر سگالی اس کی پیشگی اطلاع کر کے کونسی غلطی اور زیادتی کی تھی، جس پر ہم معافی مانگتے، معافی کی اس میں کیا بات ہے؟! کیا ’’سلیم اللہ‘‘ اس پر کسی سے معافی مانگے گا؟

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خیر خواہانہ و مشفقانہ جذبات کو اس قدر ٹھیس پہنچانے کے پیچھے وہی نامناسب جذبہ کارفرما معلوم ہوتا ہے جو بینکوں سے متعلق مخالف فتویٰ کو غیر مؤثر بنانے کے لیے بزرگوں کے باہمی رشتۂ ادب و احترام کو ریشہ ریشہ کرنے سے نہیں شرماتا۔

ہم اس نامناسب حربے کو کسی ایک بزرگ کی عقیدت و ہمدردی کے نام پر مذموم مقصد کی تکمیل اور باادب ماحول کی تخریب کے مترادف سمجھتے ہیں، مذکورہ دونوں ملاقاتوں کے نتائج بہت نامناسب بتائے گئے ہیں، جس پر ہمیں بھی شدید افسوس ہے، بلکہ اعترافِ قصور ہے کہ پہلی ملاقات کے پیچھے ہمارا بے حد اصرار شامل تھا۔ اگر ہم اس موقع پر دارالعلوم کے اکابر کے ساتھ اپنی عقیدت کو حضرت شیخ کی بصیرت کے سامنے نچھاور کر دیتے تو کم از کم اب تک کی یہ نوبت تو نہ آتی، اور فقہی اختلاف کو ذاتی اختلاف بنا کر عدم جواز کے فتوی کو قبل از وقت ہلکا دکھانے والوں کے ابتدائی عزائم تو ناکام ہی رہتے۔ مگر ہمارا طفلانہ اصرار اور غیر ضروری اخلاص اس صورتِ حال کی بنیاد بنا، جس پر ہمیں افسوس ہے۔ ہم حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ہمیشہ کی طرح رفع درجات کی دعا کرتے ہیں اور دوسرے فریق کے بزرگوں سے معافی کے خواستگار ہیں۔ یہ صورتِ حال ہمارے لیے انتہائی تکلیف دہ رہی اور اب بھی اس تکلیف سے مکمل آزاد نہیں ہو سکے، گو کہ رفتہ رفتہ یہ حقیقت وا ہونے لگی ہے کہ مذکورہ تکلیف دہ صورت حال میں کئی خلافِ واقعہ امور بھی شامل فرمائے گئے ہیں، جن کا متعلقہ بزرگوں کی باہمی گفت و شنید کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ واضح قرائن بتاتے ہیں کہ یہ پروپیگنڈہ ایک قسم کی دفاعی مہم کا حصہ تھا، بینکوں سے وابستہ بعض حضرات نے اپنے بینک کاری سفر کے مخالفانہ فتوے کو قبل از وقت متنازع بنانے کے لیے اور اس فتوی کو محض مخالفت و عناد کا شاخسانہ قرار دینے کے لیے ’’باہمی توہین و توقیر‘‘ کا مسئلہ بنا کر پیش کیا تھا۔

مگر الحمد للہ! پہاڑوں جیسا حوصلہ رکھنے والے سالارِ قافلہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے عزم و استقلال پر اس پروپیگنڈے کا کوئی اثر نہیں پڑا، بلکہ ان کی اس کرامت کا ظہور بھی ہوا، جسے اولِ وہلہ میں ہمارا طفلانہ اصرار سمجھنے سے قاصر تھا۔ حضرتؒ نے بڑے ہی حوصلہ اور اعتماد سے اس پروپیگنڈہ مہم کی اذیتوں کو سہا اور اپنے ہم نوا اہلِ علم کو اعتماد و وثوق کے ساتھ اپنی رائے کے اظہار کی تلقین و تاکید فرماتے رہے، اور متفقہ فتویٰ کے اعلان و اظہار کے لیے ملکی سطح کا مشاورتی اجلاس طلب فرمایا۔ بیرونِ شہر سے تشریف لانے والے اہلِ فتویٰ کے طعام و قیام کے سارے انتظامات آپ کے

زیرِ اہتمام جامعہ فاروقیہ کراچی نے انجام دیئے۔ اجلاس سے ایک دن قبل متفقہ فتوی کا ابتدائی مسودہ مدعو حضرات کی خدمت میں پیش کیا گیا، جسے انہوں نے جامعہ فاروقیہ میں قیام کے دوران مطالعہ فرمایا اور اگلے دن ۲۸ / اگست ۲۰۰۸ء ملکی سطح کا یہ فقہی اجلاس حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے زیرِ صدارت منعقد ہوا اور اس اجلاس میں بعض شرکاء نے متفقہ فتویٰ سے متعلق اپنے بعض ملاحظات سے نوازا جو نوٹ کیے گئے اور فتویٰ کی حتمی ترتیب میں ان ملاحظات کو بھی مسودے کا حصہ بنایا گیا، اس اجلاس میں شرکاء کے دستخطوں کے ساتھ جو اعلامیہ جاری ہوا اس کا متن یہ تھا:

''گزشتہ چند سالوں سے اسلامی شرعی اصطلاحات کے حوالے سے رائج ہونے والی بینک کاری کے معاملات کا قرآن وسنت کی روشنی میں ایک عرصے سے جائزہ لیا جا رہا تھا اور ان بینکوں کے کاغذات، فارم اور اُصولوں پر غور وخوض کے ساتھ ساتھ اکابر فقہاء کی تحریروں سے بھی استفادہ کیا جاتا رہا تھا۔

بالآخر اس سلسلے میں حتمی فیصلے کے لیے ملک کے چاروں صوبوں کے اہل فتویٰ علمائے کرام کا ایک اجلاس مورخہ ۲۸ / اگست ۲۰۰۸ء مطابق ۲۵ / شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بروز جمعرات حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کی زیرِ صدارت جامعہ فاروقیہ کراچی میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں شریک مفتیانِ عظام نے متفقہ طور پر یہ فتویٰ دیا کہ اسلام کی طرف منسوب مروّجہ بینک کاری قطعی غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے۔ لہٰذا ان بینکوں کے ساتھ اسلامی یا شرعی سمجھ کر جو معاملات کیے جاتے ہیں، وہ ناجائز اور حرام ہیں اور ان کا حکم دیگر سودی بینکوں کی طرح ہے۔

اس اجلاس کے شرکاء نے اس بات پر بھی اتفاق کا اظہار کیا کہ جدیدیت کی رو میں بہہ کر تصویر کی حرمت کا حکم نہیں بدلا جا سکتا ہے۔ جان دار کی تصویر کی جتنی اور جو شکلیں اب تک متعارف ہوئی ہیں، عرف وعادت، لغت اور شرعی نصوص کی رو سے وہ سب تصویر کے حکم میں ہیں۔ آلاتِ صنعت وحرفت کے بدلنے سے تصویر کے شرعی احکام نہیں بدلتے۔ اس لیے جو حکم شریعت میں تصویر کا منقول ہے، تصویر کی تمام شکلیں اس حکم کے تحت داخل ہیں۔ اس لیے تصویر کی اباحت اور جواز کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کسی قسم کے ٹی وی چینل کا اِجرا یا علمائے کرام کا ٹی وی پر آنا اور اُسے تبلیغ دین کی ضرورت کہنا اور سمجھنا شریعت کی خلاف ورزی ہے اور جدیدیت واباحیت کی ناجائز پیروی ہے۔

مسلمانوں پر واجب اور لازم ہے کہ دیگر حرام اور خلافِ شرع اُمور کی طرح ان سے بھی بچنے کا بھرپور اہتمام فرمائیں۔'' (مروجہ اسلامی بینک کاری، ص: ۳۴۵)

دستخط کرنے والے مفتیانِ عظام

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب، جامعہ فاروقیہ، کراچی
مفتی حمید اللہ جان صاحب، جامعہ اشرفیہ لاہور، پنجاب
مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، کراچی
مفتی محمد انعام الحق صاحب، دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری صاحب، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
مولانا مفتی غلام قادر صاحب، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، سرحد
مفتی محمد مدنی صاحب، معہد الخلیل الاسلامی، بہادرآباد، کراچی
مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب، جامعہ فاروقیہ، کراچی
مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب، دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
مفتی شعیب عالم صاحب، دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
مولانا مفتی عبدالقیوم دین پوری صاحب، دارالافتاء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، کراچی
مفتی احمد خان صاحب، جامعہ عمرکوٹ، سندھ
مفتی قاضی سلیم اللہ صاحب، دارالہدیٰ ٹھیڑی، خیرپور، سندھ
مولانا مفتی احتشام الحق آسیاآبادی، جامعہ رشیدیہ آسیاآباد، تربت مکران، بلوچستان
مفتی امداداللہ صاحب، جامعہ دھورو، نارو، سندھ
مولانا مفتی روزی خان صاحب، دارالافتاء ربانیہ کوئٹہ، بلوچستان
مفتی عاصم عبداللہ صاحب، جامعہ حمادیہ، کراچی
مفتی سمیع اللہ صاحب، جامعہ فاروقیہ، کراچی
مولانا کلیم اللہ صاحب، جامعہ دھورو، نارو، سندھ
مفتی امان اللہ صاحب، جامعہ خلفاء راشدینؓ، کراچی
مفتی عبدالغفار صاحب، جامعہ اشرفیہ، سکھر، سندھ
مولانا مفتی حامد حسن صاحب، دارالعلوم کبیروالا، پنجاب
مولانا مفتی عبداللہ صاحب، جامعہ خیرالمدارس ملتان، پنجاب
مفتی حبیب اللہ شیخ صاحب، جامعہ اسلامیہ کلفٹن، کراچی
مفتی احمد خان صاحب، جامعہ فاروقیہ، کراچی
مفتی نذیر احمد شاہ صاحب، جامعہ فاروق اعظم، فیصل آباد
مفتی سعید اللہ صاحب، جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام، کوئٹہ
مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب، جامعہ خلفائے راشدینؓ، کراچی
مولانا گل حسن بولانی صاحب، جامعہ رحیمیہ سرکی روڈ کوئٹہ، بلوچستان
مولانا مفتی زرولی خان صاحب، جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال، کراچی
مولانا مفتی سعدالدین صاحب، جامعہ حلیمیہ، لکی مروت، سرحد
مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب، جامعہ معین الاسلام، ہاٹہزاری، بنگلہ دیش

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب
جامعہ فاروقیہ کراچی

مفتی حمید اللہ جان صاحب
جامعہ اشرفیہ لاہور

مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب
مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

مفتی محمد انعام الحق صاحب
جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مفتی محمد عبد المجید دین پوری صاحب
جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مفتی غلام قادر صاحب
دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مفتی محمد مدنی صاحب
معہد الخلیل الاسلامی بہادر آباد کراچی

مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب
جامعہ فاروقیہ کراچی

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب
جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مفتی شعیب عالم صاحب
جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مفتی عبد القیوم دین پوری صاحب
دار الافتاء مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

مفتی احمد خان صاحب
جامعہ عمر کوٹ سندھ

مفتی قاضی سلیم اللہ صاحب
دار الہدیٰ ٹیڑی خیر پور سندھ

مفتی احتشام الحق آسیا آبادی صاحب
جامعہ رشیدیہ آسیا آباد تربت مکران بلوچستان

مفتی امداد اللہ صاحب
جامعہ ہوروناروسندھ

مفتی روزی خان صاحب
دار الافتاء مدنیہ کوئٹہ بلوچستان

مفتی عاصم عبد اللہ صاحب
جامعہ حمادیہ کراچی

مفتی سمیع اللہ صاحب
جامعہ فاروقیہ کراچی

مولانا کلیم اللہ صاحب
جامعہ ہوروناروسندھ

مفتی امان اللہ صاحب
جامعہ خلفاء راشدین کراچی

مفتی عبد الغفار صاحب
جامعہ اشرفیہ سکھر سندھ

مفتی حامد حسن صاحب
دار العلوم کبیر والا پنجاب

مفتی عبد اللہ صاحب
جامعہ خیر المدارس ملتان

مفتی حبیب اللہ شیخ صاحب
جامعہ اسلامیہ کلفٹن کراچی

مفتی احمد خان صاحب
جامعہ فاروقیہ کراچی

مفتی نذیر احمد شاہ صاحب
جامعہ فاروق اعظم فیصل آباد

مفتی سعید اللہ صاحب
جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام کوئٹہ

مفتی احمد ممتاز صاحب
جامعہ خلفاء راشدین کراچی

مفتی گل حسن بولانی صاحب
جامعہ رحیمیہ سرکی روڈ کوئٹہ

مفتی زرولی خان صاحب
جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال

مفتی سعد الدین صاحب
جامعہ علیمیہ دوہ پیز ادرحد

مفتی عبد السلام چاٹگامی صاحب
جامعہ معین الاسلام ہاٹہزاری بنگلہ دیش

نوٹ: ۔اس متفقہ فتویٰ کی تائید مفتی عبد السلام چاٹگامی صاحب، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب، مفتی عیسیٰ صاحب، ڈاکٹر عبد الواحد صاحب اور مولانا عبد الغنی صاحب مدظلہم نے بھی فرمائی۔ اور دستخط کیے۔

(مروجہ اسلامی بینک کاری، ص: ۳۴۵-۳۴۶، ط: مکتبہ بینات، کراچی)

اس فتوے کے تین اُمور قابل لحاظ ہیں: ایک یہ کہ مروجہ اسلامی بینک قطعاً اسلامی یا غیرسودی نہیں ہیں۔ دوسرا یہ کہ تصویر سازی کی نئی صنعت وشکل (ڈیجیٹل تصویر) کو تصویر محرّم کے حکم سے خارج قرار دینا جدیدیت واباحیت کا شاخسانہ ہے۔ اسلامی ٹی وی چینل کے خواب کی تکمیل کے لیے تصویر کی حرمت بتانے والی نصوص کو نظر انداز کرنا کسی طور پر بھی درست نہیں ہے۔ تیسرا یہ کہ فتویٰ اور رائے کسی ایک ادارے یا چند افراد کا زاویۂ فکر اور نتیجۂ خیال نہیں، بلکہ یہ ملک بھر کے تمام نامی گرامی دار الافتاؤں سے وابستہ کثیر تعداد اہلِ فتویٰ کی رائے ہے، بلکہ اس رائے کو بنگلہ دیش کے سب سے بڑے دینی ادارے دار العلوم ہاٹہزاری کے اہل فتویٰ کی تائید بھی حاصل ہے اور ان

حضرات نے ہمارے متفقہ فتویٰ سے اتفاق کا اظہار اپنے ہاں ملکی سطح کے مشاورتی اجتماعات کے بعد ہی فرمایا ہے، جبکہ جوازی فتویٰ سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم ''فتویٰ'' کے بیان سے آگے بڑھ کر بالواسطہ یا بلاواسطہ بینکوں کے معاملات میں شریک ودخیل بھی ہوچکے ہیں، اس کے لیے ''قانع اہل البیت'' کے شہادتی اُصول کے تحت ان کا فتویٰ علمی واصولی لحاظ سے قابلِ التفات نہیں تھا، مگر بینکوں کی تشہیری مہم کے لیے مختص فنڈز اور دیگر چیریٹی فنڈز کی مدد سے اس کی اشاعت علماء بنگلہ دیش کے بقول علمی فتنہ بنتی جارہی تھی، جس کی روک تھام محدود وسائل والے علماء کے لیے ناممکن تھی۔ بعض مجوزین اہلِ علم کے بارِ مروت تلے دبے جارہے تھے، ایسے ماحول میں صرف حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی شخصیت تھی جس نے تمام ماحولیاتی رکاوٹوں سے بالاتر ہوکر اسلام کے نام پر سودی سیلاب کے سامنے بند باندھنے کا فریضہ انجام دیا اور اہل فتویٰ کو یہ حوصلہ دیا کہ وہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے سلسلے میں ''لایخافون فی اللہ لومة لائم'' کی خاطر بے نیازی کا روایتی تسلسل برقرار رکھنے کا اعزاز پائیں۔ الحمد للہ! حضرت کی برکت سے علماء دیوبند ایک دینی معاملے میں اباحیت کے چھینٹوں اور مداہنت کی کدورتوں سے اپنا دامن بچانے میں سرخرو ہوئے، فللّٰہ الحمد۔

یہ فتویٰ کتنا مؤثر یا کتنا مفید ثابت ہوا، اس کے اثر وافادہ کا اندازہ بعض مجوزین حضرات کے سرپٹاتے رویوں سے ہوتا ہے، جس کی تفصیل چھوٹے بڑے کئی دفاتر کی متقاضی ہے۔ یہاں صرف ان حضرات کے تین طرح کے ردِعمل کی طرف اختصار کے ساتھ اشارات پر اکتفاء کروں گا:

۱:...... جب یہ فتویٰ آیا تو اس کی آمد سے پہلے اور فوراً بعد اس متفقہ فتویٰ کو ذاتیات، ذاتی رنجشوں اور بغض وعناد کا شاخسانہ قرار دینے کے لیے رنگارنگ دروغ گوئیوں کا سہارا لیا گیا، جس کی معمولی جھلک اوپر بیان ہوچکی ہے۔

۲:...... اس فتوے کو مجوزین حضرات نے ان بزرگوں کی عزت اور بے عزتی کا مسئلہ باور کرانا شروع کردیا، جن بزرگوں کے نام اور کام پر یہ لوگ اپنا کام چلارہے تھے، حالانکہ متفقہ فتویٰ کو مذکورہ بزرگوں سے اختلاف تو کہا جاسکتا ہے جو ہر صاحبِ علم کا حق ہے، ان کے خلاف مہم قرار دینا کسی طور پر درست اور سچ نہیں تھا، لیکن کیا کریں عصری تقاضوں کے سامنے ''سچ'' اہمیت نہ پاسکا اور اختلاف کو خلاف کہہ کر شدید پروپیگنڈہ فرمایا گیا۔

۳:...... متفقہ فتوی کو جوازی فتوی کی مخالفانہ مہم قرار دینے والوں کو کہیں سے خدائی خدمت گار کے طور پر اپنے مزاج کے مطابق متفقہ فتوی کے لیے مخالفانہ مہم کی ایک بے ساکھی میسر آئی، جس نے ملک کے مختلف نامی اور بے نامی اداروں کو شرفِ یاوری بخشا اور ایسے اداروں کی ہر نوع

خدمت سے وابستہ علماء کرام اور قراء عظام سے مروجہ بینکوں کے حق میں دستخط لیے، جس کی اہمیت وحیثیت وہ لوگ ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔

ان امور کے تذکرے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ الحمد للہ! حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے نام پر روایتی سودی نظام کی ترویج کی روک تھام کے لیے جو مؤثر کام لیا، یہ ان امتیازی کارناموں میں سے ہے جس میں ان کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکا اور نہ پہنچ سکتا ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس دینی حمیت کا زبردست فائدہ یہ ہوا کہ مروجہ بینکوں کے حوالے سے مانعین کی خاموشی کو بینکوں کی تائید اور اپنے لیے باعثِ تشویش قرار دے رہے تھے' ان کی غلط فہمی اور تشویش کا ازالہ ہوگیا اور دوسری طرف وہ دین دار طبقہ جو مروجہ بینکوں کی ترویج وتائید کے لیے جوازی فتووں کی وجہ سے ان بینکوں سے سیونگ کا تعلق قائم کیے ہوئے تھا یا ایسا ارادہ تھا، وہ الحمد للہ! پیسے سے زیادہ اپنے ایمان اور اخروی حساب کے لیے فکرمند ہوگئے، جو عظیم کارِ خیر ہے۔ یہ کارِ خیر بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حسنات میں شمار ہوگا، ان شاء اللہ!

مگر اس فتوے کا جو دوسرا حصہ تھا جس میں تبلیغِ دین یا دفاعِ دین کے نام پر ٹی وی چینل کے اجراء کا مسئلہ تھا اور اس کے ضمن میں ڈیجیٹل تصویر کی حرمت واباحت کا مسئلہ بینکوں والے مسئلے کی طرح مؤثر ثابت نہیں ہوسکا، اس کی وجوہات بظاہر مندرجہ ذیل تھیں:

ا:...... تصویر سازی اور تصویر بینی کا عمل اتنا شائع وذائع ہو چکا ہے کہ یہ عمل' فقہی مسئلے کی بجائے طبعی یا نفسانی مسئلہ بن چکا ہے۔ ڈیجیٹل آلات: کیمرہ، موبائل اور کمپیوٹر وغیرہ کے عموم کی بنا پر تقریباً ہر مسلمان اس وبا سے دوچار ہو چکا ہے، جہاں دیکھیں، جسے دیکھیں اس عمل کا ابتلاء عام ہے۔ نجی محفل ہو یا عمومی مجلس وہاں کم ازکم موبائل فون کے ذریعہ تصاویر کا تبادلہ یا تصویر بینی اور تصویر سازی ہو رہی ہوگی، اچھے خاصے متدین علماء اور طلباء دین ہمہ وقت اس عمل بد میں بلاوجہ مشغول دکھائی دیں گے، کوئی ملاقات ہو یا تقریب، اس عمل سے خالی نہیں ہوگی۔ تصویر سازی یا تصویر بینی کا عمل خورد ونوش کی طرح ہر مجلس کی خوراک بن چکا ہے۔ اس عمل کی حیثیت اب مشغلے اور فیشن کی بن چکی ہے۔ وہ عملِ بد جو طبیعت ونفسانیت کا تقاضا بن کر فیشن بن چکا ہے' اُسے ترک کرنا مشکل کام ثابت ہوا اور بعض ناجائز سمجھنے والے شرما شرمی کے باوجود اس گناہِ بے لذت سے لطف اندوز ہونا چاہتے تھے، اُنہیں اپنے طبعی ونفسانی تقاضے کی ڈھال کے طور پر جوازی فتوی جب علانیہ ملنے لگ گیا تو وہ تصویر کی حرمت کے فتوے کو خاطر میں کیسے لاتے؟! ایسے لوگوں کے لیے نفسِ امارہ کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں تھا، اس لیے وہ تصویر کی حرمت بتانے والے فتوی کو زیادہ اہمیت نہ دے

سکے۔ اس کی ایک بدترین مثال یہ بھی ہے کہ ہمارے بعض ایسے علماء جو نمازوں کے لیے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو تا حال ممنوع قرار دیتے ہیں ان میں سے بعض لوگ ٹی وی چینلوں کے ذریعہ تبلیغ دین فرمانے لگے ہیں اور تصویر کی بابت اجازت واباحت والے لوگوں کے فتووں کو ڈھال اور جواز بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ایسے ماحول میں ہم تصویر کی حرمت کیسے باور کرا سکتے ہیں؟! اس لیے ہمیں اپنے فتوے کا دوسرا جزء غیر مؤثر معلوم ہوا۔

۲:...... تصویر کی حرمت سے متعلق ہمارے فتوے کے غیر مؤثر ثابت ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ماضی میں تصویر کے جواز اور عدم جواز کے حوالے سے ہمارے اکابر اور علماء مصر کے درمیان جو اختلاف رونما ہوا تھا' اس میں ہمارے اکابر نے علماء مصر کے مغالطوں کا زبردست جواب دیا تھا اور وہ مغالطات وہی تھے جو آج کل تصویر سازی کے نئے سسٹم کے دفاع اور جواز میں ہمارے معاصر پیش فرما رہے ہیں۔ سوء اتفاق کہ جن جن اکابر نے علماء مصر کے مغالطوں کے رد میں زوردار تحریریں لکھی تھیں، ہمارا مستدل ومستند بھی وہی تحریریں تھیں۔ ہم معاصر علماء کے جوازی فتووں کو علماء مصر کے علمی مغالطوں کی اُردو تعبیر قرار دے کر اپنے اکابر کی تحریروں کی روشنی میں رَد کر رہے تھے۔ بدقسمتی سے ہوا یہ کہ جن اکابر کی زوردار تحریریں ہمارا مستدل ومستند تھیں ان اکابر کے بعض اصاغر اخلاف' اکابر کی تحریروں کے مقابلے میں مصری مغالطے لے کر میدانِ عمل میں آ گئے اور عوام کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ آلاتِ صنعت کی تبدیلی کے باوجود تصویر کی حرمت پر تحریریں لکھنے والے اکابر کے علمی ونسبی ورثاء کی بات زیادہ وزن رکھتی ہے یا ان اکابر کا محض حوالہ دینے والے علماء کی بات زیادہ وقعت رکھتی ہے؟ اس تذبذب میں وہ تصویر کی ممانعت والے فتوے کو اہمیت نہ دے سکے۔

۳:...... تصویر سے متعلق ہمارا فتویٰ اس لیے بھی معاشرے میں اثر ونفوذ سے خالی رہا کہ تصویر کا تصویر ہونا یہ عرف وعادت پر مبنی ہے، یہ بدیہی امر تھا جسے جوازی فتووں نے نظری اور فنی مسئلہ بنا دیا، جس کی وجہ سے جدید دور کی تصویر سازی کو قدیم دور کی تصویر سازی کی حرمت کے تحت داخل کرنا مشکل باور کرایا گیا، جو علمی تقلید سے نکل کر عقلی تشکیک کا سامان بن گیا۔ ظاہر ہے کہ بے دینی کے دور میں عقل پرست طبقے کو علمی اُصول اور منصوصی نقول کے ذریعہ قائل کرنا کافی دشوار کام ہے۔

اس بنا پر اسلامی معاشرے میں تصویر کو فیشن کے طور پر قبول کرنا بدستور قائم رہا۔ اور جوازی فتووں کی بدولت کل تک تصویر کو گناہ سمجھ کر دیکھنے اور بتانے والے مسلمانوں کے دل سے احساسِ گناہ بھی رخصت ہو گیا اور اب تصویری عمل مباح الاصل مشغلے کے طور پر ہو رہا ہے، سوچا جائے کہ اس کا گناہ یا وبال کس کے ذمہ ہو گا؟!

مگر اللہ کی شان دیکھیں کہ تصویر سازی وتصویر بنی کے اس سیلاب میں حضرت شیخ سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھ دیگر علمائے کرام مضبوط چٹان بن کر اپنے موقف پر قائم رہے اور بدی وبرائی کے شیوع وعموم کا جواز لے کر اپنا فریضۂ تبلیغ، ذمۂ تذکیر اور حق نصیحت ہر محاذ پر ادا فرماتے رہے۔ ہر مجلس میں اپنے قول وفعل سے تصویر کی حرمت اور اس کے جواز پر نکیر واضح انداز میں بیان فرماتے رہے۔ اپنے ادارے کے ترجمان رسالے میں بھی موقع بموقع جاندار مضامین شائع کرواتے رہے، اور دیگر رسائل وجرائد میں اس نوعیت کے مضامین بھی اپنے رسالے میں مکرر اشاعت کے طور پر شامل فرماتے رہے اور اس طرح کے مضامین اہتمام سے جمع بھی فرماتے رہے اور بعض مضامین جوازی فتوے کے علمی ذمہ داروں کی خدمت میں پیش بھی فرماتے رہتے تھے۔ زبانی کلامی نصیحت وتنبیہ تو ما شاء اللہ! آپ کا منفرد امتیاز تھا اور یہ امتیاز تادمِ آخر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا خاصہ رہا، بلکہ بعد از وفات بھی اس امتیاز کو حسنِ تربیت کے طور پر زندہ جاوید پایا۔

ہمارا ایک المیہ ہے، یہ وہی المیہ ہے جس نے زیرِ بحث مسئلے کو گوناگوں پیچیدگیوں کا نشانہ بنا رکھا ہے، وہ یہ کہ جو اکابر جس مسئلے میں جتنا تصلُّب دکھاتے ہیں، جس قدر دینی حمیت کا عملی نمونہ بنتے ہیں، ان کے پسماندگان اس تصلُّب وحمیت کے امتیاز کو برقرار رکھنے میں کامیاب نہیں ہو پاتے، مگر حضرت شیخ سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ نمایاں امتیاز بھی عطا فرما رکھا ہے کہ ان کی ذُریتِ طیبہ ان کے افکارِ صالحہ کی امین وترجمان بننے پر کمربستہ نظر آتی ہے۔ حضرتؒ کی روحانی ونسبی ذُریتِ طیبہ نے بینک اور تصویر کے بارے میں جو نظریہ وعمل حضرتؒ کی آنکھوں کے سامنے اپنائے رکھا، حضرتؒ کی آنکھیں بند ہونے کے بعد بھی اس پر سختی سے عمل پیرا رہے، اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ حضرتؒ کے جسدِ خاکی کی کوئی تصویر سامنے نہیں آسکی، بلکہ آپؒ کے جنازے کے اجتماع کو بھی تصویروں کی آلودگی سے بچانے کے لیے بارہا اعلانات ہوتے رہے، اور شرکاء جنازہ کے سامنے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ کا فتویٰ وعمل ابدی حیات کے لیے الوداعی سفر کا الوداعی پیغام بھی ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو حضرتؒ کے اس الوداعی پیغام پر ثابت قدمی نصیب فرمائے اور احقاقِ حق وابطالِ باطل کے لیے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دینی تصلُّب اور اسلامی حمیت کا وافر حصہ عطا فرمائے اور ان کی ساری روحانی ونسبی ذریت کو ''خیر خلف لخیر سلف'' کا مصداق بنائے، آمین۔

فرحمهُ اللّٰه وإيانا رحمةً واسعةً وأعلى اللّٰه درجاته في الفردوس الأعلى

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....